اختلاف امت کے اسباب
اور
ان کا صحیح حل
تالیف
علامہ حافظ مصلح الدین اعظمی
ناشر
سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر جمعیۃ منزل بربرشاہ سرینگر ۱۹۰۰۰۱

اختلافِ امت کے اسباب

اور

ان کا صحیح حل

تالیف

علامہ حافظ مصلح الدین اعظمی

ناشر

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر جمعیۃ منزل بربرشاہ سرینگر ۱۹۰۰۱۰

حالانکہ تقلید کا مسئلہ دین کا مسئلہ نہیں ہے۔ اب میں آپ کے سامنے ایسے چند پہلو رکھوں گا جس سے یہ مسئلہ صاف اور روشن ہو جائے گا۔

۱۔ فقہانے تقلید کا جو مفہوم بتایا ہے، تقلید کا لفظ اس مفہوم میں قرآن اور حدیث میں کسی جگہ استعمال نہیں ہوا ہے۔ یہ اس بات کا صاف ثبوت ہے کہ تقلیدِ شخصی اسلامی شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتی۔

۲۔ کسی شے کے وجوب یا حرمت کے لئے شرعی دلائل ضروری ہیں۔ جب تقلید کا لفظ قرآن و حدیث میں اپنے اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے تو پھر اس کے وجوب کے دلائل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو لوگ تقلیدِ شخصی کے وجوب کے قائل ہیں وہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں۔

۳۔ تین سو برس تک مسلمان تقلید سے نا آشنا رہے، حالانکہ یہی زمانہ مسلمانوں کا سنہرا دور کہلاتا ہے۔ تقلید کا مسئلہ اور مقلدین کے چار گروہ تین سو سال کے بعد پیدا ہوئے۔

۴۔ کیا تین سو سال تک جو مسلمان گزرے وہ ایک ایسے کام کو جو شرعاً واجب تھا اس کو ترک کرتے رہے۔؟

۵۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین کا دستور یہ تھا کہ جو مسائل وہ نہیں جانتے تھے وہ اپنے زمانے کے معتبر اور ثقہ اہلِ علم سے پوچھ لیا کرتے تھے۔

۶۔ اگر شرعاً چار اماموں کی تقلید واجب تھی تو پھر قرآن و حدیث میں ان کے نام اور ان کی تقلید کا حکم موجود کیوں نہیں؟ حالاں کہ پائخانہ اور پیشاب تک کے مسائل موجود ہیں۔ لطف تو یہ ہے کہ فقہ کی کتابیں بھی وجوبِ تقلید سے خالی ہیں۔

۷۔ حضور پر دین مکمل ہو گیا اس پر اہلِ امت متفق ہیں، لہٰذا تین سو سال کے بعد جو بات پیدا ہوگی یقیناً وہ دین سے خارج ہوگی۔

۸۔ تقلید پر اجماع ہوا، یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ کب ہوا؟ کہاں ہوا؟ کن لوگوں کا اس پر اجماع ہوا؟ تاریخ سے اسکا ثبوت فراہم نہیں کیا جا سکتا۔

۹. پہلے امام ابو حنیفہؒ ہیں، اگر ان کی تقلید پر اجماع ہوا تو پھر امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید کہاں سے مسلمانوں میں آگئی؟ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید پر اجماع ہوا تھا تو پھر اس اجماع کو کس نے کب اور کہاں توڑا اور اس اجماع کو توڑنے والے اہلِ حق کس طرح ہو سکتے ہیں۔؟ حالاں کہ مقلدین کے چاروں سلسلے ایک دوسرے کو برحق تسلیم کرتے ہیں۔

مسئلہ کا صحیح حل

مسلمانوں میں مرکزیت پیدا ہو، نظام حکومت پائیدار ہو۔ قاضی اور مفتی باہم اختلاف کا شکار نہ ہوں، اس کے پیشِ نظر ایک جامع اور مشترک اسلامی فقہ کی بلاشبہ شدید ضرورت ہے ایسی اسلامی فقہ جس میں تمام جزئیات ترتیب کے ساتھ جمع کر دی جائیں جو مسلمانوں کے تمام ان مسائل پر حاوی ہوں جن کی ان کو واقعی ضرورت پڑتی ہے، ایسی فقہ جو فرضی اور شرمناک مسائل سے خالی ہو۔ ایسی فقہ مرتب کرنے کے لئے ایسے علماء کی جماعت ضروری ہے جو قرآن اور حدیث کا صحیح علم رکھتی ہو اور تقویٰ، دیانت داری اور انصاف کا پیکر ہو۔ ایسی جماعت کی ہر زمانے میں ضرورت ہے، کیونکہ نئے مسائل برابر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ کسی ایک امام کی فقہ تمام مسائل حل نہیں کر سکتی۔ چاروں امام دنیا سے جا چکے ہیں۔ ان کے بعد ہزاروں مسائل نئے پیدا ہو گئے جن میں ان کا کوئی فیصلہ موجود نہیں ہے۔ ایسی صورت میں تقلیدِ شخصی پر عمل کرتے ہوئے کوئی گروہ کس طرح اپنے روزمرہ پیش آنے والے مسائل کو حل کر سکتا ہے۔ ان سب چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کو اسلامی فقہ مرتب کرنی چاہیئے اور علماء کی ایک

ایسی جماعت رکھنی چاہیئے جو برابر نئے مسائل کا اسلامی روشنی میں جواب مرتب کرتی رہے۔ محدثین، فقہاء اور تمام مجتہدین کی علمی کوششوں سے اسلامی فقہ کی ترتیب میں فائدہ اٹھانا چاہیئے، ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین کے تمام اقوال کو سامنے رکھ کر اسلامی فقہ میں ان اقوال کو جگہ دینی چاہیئے جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب اور مروجہ دنیاوی قوانین سے میل کھاتے ہوں، تاکہ اسلامی قانون ایسا قانون بن جائے جس کی حیثیت بین الاقوامی ہو، اور دوسری قومیں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اختلاف کا دوسرا سبب

نماز کے تین مسائل احناف، اہلحدیث، مالکی، حنبلی اور شافعی مسلمانوں کے درمیان زبردست وجہ اختلاف ہیں۔ احناف کے علاوہ یہ سب گروہ نماز میں آمین بالجہر (زور سے آمین کہیے) رفع یدین (رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے ہاتھ اٹھانے) اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں، احناف ان کے منکر ہیں۔ ہندوستان میں اکثریت احناف کی ہے۔ نماز کے ان ہی تین مسائل نے مسلمانوں میں اتنی دوری پیدا کردیا کہ مدارس، مکاتب اور مساجد تک ان کی الگ الگ ہو گئیں۔ یہ مسائل اتنے اہم نہیں ہیں کہ ان کی بنیاد پر باہم افتراق پیدا ہوتا۔ بلاشبہ فریقین شرعی دلائل رکھتے ہیں۔ اور ہزار برس سے دلائل طرفین کی جانب سے پیش بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ..... ہزارہا رسائل اس سلسلے میں نکل چکے ہیں۔ عربی مدارس میں ان مسائل پر کافی زور آزمائی ہوتی رہتی ہے، اور کافی وقت برباد کیا جارہا ہے۔ شاہ انور کشمیری شیخ الحدیث دیوبند نے آخر عمر میں افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "ہم نے فضول مسائل میں زندگی برباد کر ڈالی"۔ ہم اس وقت فریقین کے دلائل کی ضرورت نہیں سمجھتے، صرف چند اصول لکھیں گے جن سے پرانی نزع ختم کرنے میں مدد مل سکتی ہے اور آپس میں محبت اور اخوت بھی قائم ہو سکتی ہے۔ قارئین ان نکات پر غور فرمائیں۔

۱۔ ان مسائل میں اختلاف صحابہ کرامؓ میں موجود تھا لیکن سب کی نمازیں مل جل کر ادا ہوتی تھیں اور مساجد ایک تھیں۔ امام اور خلیفہ سب کا ایک تھا اور اسلام کی جدوجہد میں سب شانہ بشانہ شریک رہتے تھے۔

۲- امام ابوحنیفہ کے سوا اکثر محدثین اور تین امام ایک طرف ہیں۔ ایسی صورت میں حنفی عوام و خواص کو زیادہ سنجیدہ رویہ اختیار کرنا چاہیئے اور اپنے مخالف گروہ سے ایسی سختی نہ برتنی چاہیئے جو جنگ، خونریزی، مقدمہ بازی اور رشتہ داری کے اختتام تک پہونچ جائے۔

۳- اہل علم خوب جانتے ہیں امام ابوحنیفہؒ اجتہادی اور فکری صلاحیتوں میں دیگر ائمہ پر اگرچہ فوقیت رکھتے ہیں لیکن محدثین اور تینوں اماموں کے مقابلے میں علم حدیث میں ان کی مہارت اور اسانید اور رجال کی واقفیت میں ان کا مقام اور مرتبہ ان سے یقیناً فروتر ہے۔ یہ تینوں مسائل چونکہ فنِ حدیث سے تعلق رکھتے ہیں۔ اجتہادی قیاسی نہیں ہیں، اس لئے اس میں محدثین اور ائمہ ثلاثہ (جن کی علمِ حدیث میں مہارت مسلّم ہے) کے فیصلے زیادہ لائق اعتبار اور قابلِ قبول ہیں۔

۴- بہت سے انصاف پسند حنفی علماء نے محدثین اور تینوں اماموں کے مسلک کو باوجود حنفی ہونے کے دلائل کے لحاظ سے مضبوط اور راجح تسلیم کیا ہے، جس کا ذکر آگے آرہا ہے، اس لئے حنفی عوام اور خواص کو پھر دوبارہ اپنی پوزیشن پر نظرِ ثانی کرنی چاہیئے تاکہ حضورؐ کی سنت پر عمل کی برکت و سعادت سے محرومی کا خطرہ باقی نہ رہے۔

مناظرہ کی ضرورت نہیں تلاشِ حق کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ الحمدللہ احناف میں جید علماء کی کمی نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے حدیث کا تحقیقی منصفانہ مطالعہ انصاف پسند علماء احناف کو نرم کرتا جا رہا ہے، جس کا ثبوت جماعتِ اسلامی اور تبلیغی جماعتوں کا موجودہ طرزِ عمل ہے۔

جید اور محقق علمائے احناف کے اس سلسلے میں

چند اقوال و خیالات

ہدایہ جلد اول صـ۱۰۱ میں مرقوم ہے کہ بعض علمائے احناف ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھ لینا بہتر سمجھتے ہیں۔ عمدۃ الرعایۃ صـ۱۴۱ میں یہ چیز موجود ہے کہ جن نمازوں میں امام آہستہ قرأت کرتا ہے، مقتدی کو اس نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھ لینی چاہیے۔ امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی حکم ہے، جن نمازوں میں زور سے قرآن پڑھا جاتا ہے اس میں بھی سورۂ فاتحہ مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھ لینا اچھا ہے۔ ملّا جیون تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں، صوفیاء کرام اور علماء احناف امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ لینا اچھا سمجھتے ہیں۔ غیث الغمام صـ۱۶۵ میں مرقوم ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا دوسرا آخری قول ہے۔ کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ لینی چاہیے۔ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں یہی بات لکھی ہے۔

زور سے آمین کہنے کے متعلق امام ابو حنیفہؒ کے استاذ عطاء بن رباحؒ جو تابعی بھی تھے فرماتے ہیں۔ میں نے دو سو صحابہؓ کو بلند آواز سے بیت اللہ میں آمین کہتے ہوئے پایا۔

(بیہقی)

ابن جانؒ ہدایہ کی شرح فتح القدیر صـ۱۲۱ میں ہے جن حدیثوں میں آہستہ آمین کا ذکر ہے اس سے شور و غل کی نفی ہے اور جن حدیثوں میں آمین سے مسجد گونج جانے کا ذکر ہے، ان سے بلند آواز سے کہنا مقصود ہے۔ التعلیق الممجد صـ۸۲ میں ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنا دلائل کے لحاظ سے قوی ہے! احناف کے ایک مشہور عالم مولانا عبد العلیؒ ارکانِ اربعہ میں لکھتے ہیں۔ آمین آہستہ کہنا اگرچہ ہمارا مذہب ہے مگر کمزور ہے۔ علامہ سندی حنفیؒ ابنِ ماجہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ وہ حدیث صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں جس میں آمین سے چڑھنا یہود کی علامت بتائی گئی ہے۔

التعلیق الممجد ص۹۱ میں ہے۔ رفع یدین کے ثبوت کی روایتیں تعداد میں زیادہ اور قوی ہیں رفع یدین کو منسوخ قرار دینا بے ثبوت ہے۔

علامہ سندیؒ حاشیہ ابن ماجہ مصری جلد ۱ ص۱۴۶ پر لکھتے ہیں۔ رفع یدین کو منسوخ کہنا بے دلیل ہے۔

رفع یدین کے ثبوت میں قوی حدیثیں زیادہ ہیں علامہ سیوطیؒ الازہار المتناثرہ میں لکھتے ہیں، رفع یدین کی حدیثیں متواتر کا درجہ رکھتی ہیں۔ مولانا عبد الحیؒ فوائد بہیہ کی تعلیقات میں لکھتے ہیں۔

"رفع یدین کی حدیثیں متواتر ہیں"۔

نوٹ:۔ میں نے کتابوں کے حوالے لکھے، عربی عبارت نقل نہیں کی ہے تاکہ رسالہ مختصر رہے اور عوام کو دقت نہ ہو۔ اہلِ علم اصل کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کا فیصلہ

پیرانِ پیر صوفیا کے سرتاج ہیں ان کی روایت اور عظمت نہ صرف مسلمانوں بلکہ دوسروں میں بھی مسلّم ہے۔ وہ غنیۃ الطالبین ص۲۲۲ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور میں فرماتے ہیں۔ سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض اور نماز کا رکن ہے نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ غنیۃ الطالبین ص۱۰ میں فرماتے ہیں بلند آواز سے آمین کہنی چاہیئے اسی صفحہ میں فرماتے ہیں۔ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت ہاتھ اٹھانا چاہیئے۔

نوٹ:۔ حنفی بھائیو! یہی وہ تین مسئلے ہیں جن کی وجہ سے ہندوستان میں اہلِ حدیث ستائے گئے مسجدوں سے نکالے گئے مقدمات میں پھنسائے گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ کے علماء نے ان مسائل کی اصل پوزیشن پر پردہ ڈالا اور ان کو اتنی اہمیت دی جن کے ہرگز یہ مستحق نہ تھے۔ آپ میں ایسا اشتعال پیدا کیا جس سے مجبور ہو کر آپ اپنے اہلحدیث بھائیوں سے لڑائی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ ہم سب کو معاف فرمائے اور پردہ اٹھ جانے کے بعد آپس میں شیر و شکر کر دے۔

افتراقِ امت کا تیسرا بڑا سبب

سنی کہلانے والا بریلوی گروہ جو اپنے مقلد اور حنفی ہونے کا مدعی ہے، اس فرقے کے عجیب وغریب عقائد اور مراسم تفریق کا بڑا سبب بن گئے۔ حالانکہ تقلیدِ شخصی کا محرک اور فلسفہ یہ بتایا جارہا ہے کہ تقلیدِ شخصی امت کو انتشار سے بچانے اور ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کا مجرب اور آسان نسخہ ہے، بریلویوں اور دیوبندیوں میں زبردست اختلافات ہیں، حالانکہ وہ دونوں ایک امام کے مقلد ہونے کے مدعی ہیں اور حنفی فقہ کی پابندی کا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ نہ امامِ اعظم کے مقلد ہیں اور نہ فقہ حنفی کے پابند۔

اب میں نمبر وار ان مسائل کا ذکر کروں گا کہ یہ بریلوی مسائل جو عقائد ہیں حنفی فقہ کے سراسر خلاف ہیں۔ میں عربی عبارت نقل نہیں کروں گا، صرف ماحصل مع حوالہ کے لکھوں گا۔ اہلِ علم کتابوں میں اصل عبارت دیکھ سکتے ہیں۔

علم غیب کا مسئلہ

بریلوی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عالم الغیب جانتے ہیں۔ فقہ اکبر جو امام اعظمؒ کی طرف منسوب ہے ملا علی قاریؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

حنفی علماء نے اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو نبیؐ کو عالم الغیب جانتا ہو کیونکہ اس کا یہ اعتقاد اس آیت کے مخالف ہے۔

قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔	آپ کہہ دیجیے آسمان اور زمین میں غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

نذر و نیاز

اللہ کے سوا بزرگوں کے نام پر بریلوی نذر و نیاز کرتے ہیں فقہ کی مشہور کتاب بحر الرائق میں ہے مخلوق کیلئے نذر و نیاز کرنا حرام ہے اس پر اجماع ہے۔

شامی میں اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر نذر و نیاز کے حرام ہونے کی چار وجہیں لکھی ہیں، جنکو ہم طوالت کیوجہ سے چھوڑتے ہیں۔

مولانا عبد الحیی لکھنویؒ نے جو احناف کے مشہور عالم ہیں اپنے فتویٰ میں مزاروں پر مرغ، بکرے وغیرہ چڑھانے اور امام حسینؓ کے نام پر شربت وغیرہ پلانے کی نذر و نیاز ماننے کو حرام لکھا ہے

قبروں اور مزاروں کا طواف وغیرہ

بریلوی کعبہ شریف کے علاوہ مزاروں اور قبروں کا بھی طواف کیا کرتے ہیں۔ ملا علی قاری حنفیؒ مشکوٰۃ شریف میں لکھتے ہیں نبیوں اور ولیوں کی قبروں کے اردگرد طواف حرام ہے۔ معراج الدرایہ میں مرقوم ہے، بیت اللہ کو چھوڑ کر کسی مسجد کے طواف کرنیوالے کے کافر ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

کفایہ میں ہے ہماری شریعت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو کسی قسم کا سجدہ کرنا جائز نہیں، جو ایسا کرتا ہے کافر ہے۔

مدارج النبوۃ میں ہے قبروں کا بوسہ دینا اور اس پر گال ملنا حرام ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے قبروں کا چومنا نصاریٰ کی علامت ہے۔ بڑے پیر نے قبروں کو چومنا یہودیوں کی نشانی بتائی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں قبروں پر روشنی وغیرہ جلانیکو جاہلیت کا کام قرار دیا ہے۔

اور در مختار میں اولیاء کے نام پر نذر و نیاز کو حرام اور غیر اللہ کی عبادت میں داخل کیا ہے۔

تیجا اور چالیسواں وغیرہ

مردوں کو ثواب پہونچے اس نیت سے ان کی طرف سے صدقہ خیرات وغیرہ کرنا کنواں بنوا دینا سب کے نزدیک جائز ہے لیکن اس سلسلے میں جو بریلوی مراسم رائج ہیں ان کو فقہ حنفی کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔

بزازیہ میں ہے۔ اہل میت کا وفات کے پہلے دن تیسرے دن یا جمعرات کے دن دعوت کا انتظام کرنا مکروہ ہے، دعوت خوشی کے موقعہ پر ہوتی ہے مصیبت کے ٹائم میں نہیں۔

قبروں کا پکّا کرنا

قبروں کو پکا کر کے چادر وغیرہ چڑھانا بریلویت کی امتیازی شان ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں قبر پکی نہ کی جائے اور اس پر گنبد نہ بنایا جائے۔

شامی میں بھی یہ بات مذکور ہے۔

میلاد شریف

حضورؐ کے حالات اور سیرت کو بیان کرنا، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، سب اس کو بہتر اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ کہ میلاد کی مجلس میں حضور تشریف لاتے ہیں یا حاضر و ناظر ہیں، سراسر حنفی فقہ کے خلاف ہے۔

بزازیہ میں ہے، بزرگوں کی روح کو حاضر و ناظر سمجھنے والا کافر ہے۔ تحفۃ القضاۃ میں ہے، حضورؐ کے حاضر و ناظر ہونیکا عقیدہ شرک ہے۔

تعزیہ داری

بریلوی مسلمان تعزیہ بناتے ہیں، اس کا طواف کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں اس پر نذر و نیاز کرتے ہیں۔ ان سب کاموں کے متعلق حرام ہونے کا فیصلہ فقہ حنفی کے حوالوں سے لکھا جا چکا ہے تعزیہ پرستی مسلمانوں میں حضور کے چھ سو برس بعد پیدا ہوئی، اس لئے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ بریلویوں کے پیشوا احمد رضا خاں صاحب نے تعزیہ بنانا ناجائز قرار دیا۔

نوٹ:- سوال یہ ہے کہ بریلوی فرقے میں یہ بات جو حنفی فقہ کے خلاف ہیں کس طرح آگئیں؟ مختصر جواب یہ ہے کہ اسلام میں ہر مذہب اور ہر قوم کے لوگ داخل ہوئے ان میں

جو مراسم پہلے سے رائج تھے اور وہ ان کے خوگر تھے، اسلام لانے کے بعد بھی وہ مراسم اپنے ساتھ لائے چونکہ ان کی تربیت اسلامی لائنوں پر مکمل نہیں ہوئی اس لئے وہ مراسم باقی رہ گئے۔ غیر قوموں کے ساتھ رہنے سہنے سے بھی بہت سی مشرکانہ باتیں مسلمانوں میں آگئیں۔ وہاں جو کچھ دیوتاؤں اور دیویوں کے نام پر ہوتا تھا، یہاں بزرگوں کے نام پر ہونے لگا۔ وہاں مردوں کے نام پر جو کیا جاتا ہے ان کے یہاں تیجا اور چالیسواں کا رنگ اختیار کر گیا۔ رام، کرشن اور مسیح کے متعلق ان کے جو عقائد تھے مثلاً بشر نہ ہونا خدائی اختیارات رکھنا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے عقائد دیکھا دیکھی محبت اور احترام رسول کے نام پر حضورؐ کے لئے تسلیم کر لئے گئے۔

نوٹ:۔ میں نے دیوبندیوں اور بریلویوں کے سلسلے میں آیات و احادیث کو پیش نہیں کیا، بلکہ حنفی فقہ کے حوالے پیش کرنے پر اکتفا کیا تاکہ بحث کی گنجائش باقی نہ رہے۔ مقلد حضرات کا اپنے مسائل و عقائد کے ثبوت میں قرآن و حدیث کو پیش کرنا اصولاً غلط ہے۔ مقلد قرآن و حدیث سے استدلال قائم کرنے کا حق نہیں رکھتا، یہ کام امام اور مجتہد کا ہے۔ مقلد کا کام اپنے امام کے اقوال و ہدایات کی پابندی ہے۔

تفریق کا چوتھا سبب خلافت کا مسئلہ ہے

خلافت کا حقدار کون تھا، اس مسئلے نے مسلمانوں میں شیعہ اور سنی دو گروہ پیدا کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب عام مسلمانوں نے خلافت کے لئے کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس انتخاب سے اختلاف نہ تھا۔ شکایت صرف یہ تھی کہ ان کو مشورے میں شریک نہیں کیا گیا۔ مشورے میں ان کو شریک نہ کرنا اس کی وجہ ان کو نظر انداز کرنا نہ تھا بلکہ ہنگامی حالات تھے، ذرا سی تاخیر سے معاملہ قابو سے باہر ہو جاتا، انصار اپنا خلیفہ الگ چن لیتے، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عجلت سے کام لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شریک نہ ہو سکے۔ بہر نوع خوشی سے کچھ دنوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کر لی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب اتفاق رائے سے ہوا، اور کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔ حضرت علی خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے تھے۔ ایک خطبہ میں انہوں نے فرمایا۔

"انصار و مہاجرین کی اسی جماعت نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے جس نے آپ کے بعد ابوبکر رضؓ، عمر رضؓ اور عثمان رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی"۔ (نہج البلاغہ)

کچھ لوگ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے انہوں نے بیعت نہیں کی،

بیعت سے ان کو بھی انکار نہیں تھا۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے پہلے قصاص لیا جائے اس کے بعد ہم بیعت کریں گے، اس معاملے نے طول پکڑا۔ نوبت لڑائی تک پہونچی۔ کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے کچھ نے امیر معاویہ رضؓ کا ساتھ دیا ہزارہا مسلمان اس کشمکش کی نذر ہو گئے۔ یہ اختلاف وقتی تھا اور اس کا تعلق صرف ایک معاملے سے تھا، لیکن اس نے وسعت اختیار کر لی اور یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ حدیثیں گڑھی گئیں اور قرآن میں دس پاروں کا اضافہ تک ہو گیا۔

مسئلہ کا صحیح حل

خلافت کا مسئلہ قرآن و حدیث میں مفصل اور صراحتہً بیان نہیں کیا گیا ہے چار خلفاء کی ترتیب اور انتخاب مسلمانوں کی سوجھ بوجھ اور غور و فکر کا نتیجہ تھا یہ انتخاب ہو سکتا ہے صحیح رہا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں لغزشیں ہو گئی ہوں۔ بہر حال جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب یہ بحث کہ یہ انتخاب صحیح تھا یا غلط، اس میں کسی کی حق تلفی ہوئی ہے یا نہیں، یہ بحث بعد از وقت بلا ضرورت غیر مفید بلکہ سخت نقصان دہ ہے۔ جن کا انتخاب ہوا اور جن لوگوں نے انتخاب کیا وہ اپنی نیتوں کے ساتھ اللہ کے یہاں حاضر ہیں۔ اس معاملے کا تعلق اب ہم سے نہیں رہا۔ اللہ سے ہے، ہمارا کام اتحاد اور اتفاق سے رہنا ہے جس کا صریح حکم قرآن میں موجود ہے! اس دور میں ان مسائل پر مضامین اور کتابیں لکھنا اسلام اور مسلمانوں کی خدمت نہیں بلکہ گڑے مردے اکھاڑنا ہے دبے فتنوں کو ہوا دینا ہے اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی خلیج کو اور وسیع کرنا ہے۔ اس سلسلے میں دماغ سوزی کا حاصل شہرت اور پیسہ کمانے کے سوا کچھ نہیں۔

اس لئے میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اب ان باتوں سے وہ کنارہ کش ہو جائیں اور اللہ، رسولؐ، قرآن پر متحد ہو کر ایک امت بن جائیں۔ بحث و مناظرہ میں اس کا کوئی حل نہیں۔ جب تیرہ سو برس میں کچھ حاصل نہ ہو سکا تو پھر اس کو جاری رکھنا اپنی طاقت کو ضائع کرنا ہے، اس جھگڑے نے ہم کو کافی کمزور، رسوا اور ذلیل کیا، اس لئے اس فضول اختلافات سے ہمیں الگ ہونا چاہیئے۔

جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت اور اہلحدیث میں نزاع کیوں؟

اس وقت بظاہر دین کا کام عالمگیر پیمانے پر یہ تین جماعتیں کر رہی ہیں، اگرچہ کام کے طریقے ان کے الگ اور جدا جدا ہیں، لیکن مقصد سب کا اپنی طاقت کے بقدر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت ہے۔ شرک اور بدعت مٹے اور سنت پھیلے یہی ان تینوں کا نصب العین ہے۔ ایسی صورت میں ان کے درمیان تعاون کے بجائے نزاع کیوں ہے؟ یہ بات نہایت حیرت ناک ہے۔ تعجب خیز اور ناقابلِ فہم ہے عام مسلمان حیرت زدہ ہے، یا اللہ! دین کے یہ تینوں خادم آپس میں کس لئے دست بہ گریباں ہیں۔ جب اللہ ایک ہے، نبی ایک ہے، قرآن ایک ہے، سنت ایک ہے، عقیدہ ایک ہے تو پھر یہ جماعتیں جو ان کی خادم ہیں وہ متحد کیوں نہیں۔؟

ان تینوں جماعتوں کے ذمہ دار اور مفکرین کو فوراً ایک نمائندہ اجتماع بلانا چاہیئے اور آپس کے مشورے سے تقسیم کار کے اصول پر کام کرنا چاہیئے۔ ہر جماعت اس خدمت کو انجام دے جو باہمی اتفاق سے اس کے سپرد کی جائے ہر جماعت دوسری کی تائید و تحسین اور مدد کرے۔

اب بھی وقت ہے بلا وجہ مسلمانوں میں دین کے نام پر لڑائی اور جنگ سے پرہیز کیجیئے۔ خود غرضی اور رقابت سے توبہ کیجیئے۔ مل جل کر دین قائم کیجیئے اور مسلمانوں کے مسائل حل کیجیئے۔ آپس کا اختلاف مسلمانوں کو دین سے متنفر کر رہا ہے اور کمیونزم کی طرف دھکیل رہا ہے۔ عام مسلمان جب یہ دیکھتے ہیں کہ اپنی جماعتیں ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہی ہیں تو پھر وہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ ہم کس کا ساتھ دیں، اس لئے وہ مذہب ہی سے برگشتہ ہو کر سیاسی جماعتوں میں داخل ہو کر ملحدانہ نظریات کو قبول کر لیتے ہیں۔

اللہم سب کو اچھی سمجھ دے۔ آمین۔

پَران پَران زیوٚ تال پھُج وو

تَس کٔرِ کٔرِ زیہِ شُج وَنہٕ زانٛہہ

تُسبیح پھِران اُونٛگجہِ تہٕ گجہِ وو

پھکہِ لَدسی بوی شُرج وَنہٕ زانٛہہ

❁

پڑھتے پڑھتے تو تمہاری زبان تھک گئی لیکن
عبادت کیسے کی جاتی ہے اور عبادت کیا ہے یہ تو جان نہ
سکا۔ تسبیح گھماتے گھماتے تیری انگلیاں گھس گئی ہیں لیکن
قلب اور جسم کی گندگی ویسی کی ویسی رہی ؎